اس کورس کی تدریس کے دوران 'تجدد پسندی'، 'مداہنت روی' اور انکار حدیث وسنت کے سایے گھیرے ہوئے، تو سمجھ لیجیے کہ خواب بکھر جائے گا۔ اللہ کرے ایسا نہ ہو۔ اس 'سووینیر' (اُردو، انگریزی) میں بہت سے طلبا و طالبات نے کورس کی تکمیل یا زیرتعلیم ہوتے ہوئے اپنے مشاہدات کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ضمیرالدین شاہ صاحب کی کوششیں رنگ لاتی دکھائی دیتی ہیں۔(سلیم منصور خالد)

**آزادیِ صحافت- سب سے بڑی جنگ**، احفاظ الرحمٰن۔ ناشر: رکتاب پبلی کیشنز، ۴۸-جبل رحمت ٹاور، گلستانِ جوہر، کراچی۔ فون: ۰۳۰۰-۲۳۹۳۱۴۳۔ صفحات: ۵۹۰۔ قیمت: ۹۰۰ روپے۔

زیرنظر کتاب بنیادی طور پر ۱۹۷۷-۸۷ء میں، جنرل محمد ضیاء الحق کے مارشل لا کے دوران صحافت پر گزرنے والی کٹھن رات کی رُوداد ہے۔ اسی طرح تمام مکاتبِ فکر سے متعلق صحافی کارکنوں کی جدوجہد، مشکلات، قربانیوں اور قیدوبند کی صعوبتوں کی تفصیلات ہیں۔ کتاب پر سوشلسٹ گروہ کی گہری چھاپ ہے جن کا طرزِفکر یہ ہے کہ: 'پاکستان کی تاریخ کے تمام مسائل، ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۸ء کے دوران ہی پیدا ہوئے'۔ اس کتاب میں بھی یہی آہنگ موجود ہے اور جماعت اسلامی کے لیے طعنہ زنی کا اہتمام بھی۔ مگر اس کے باوجود اگر کوئی ایسا مقام آیا کہ جب احفاظ الرحمٰن کا کوئی ممدوح راستے میں آیا تو اس کو کٹہرے میں لانے کی راہ میں مؤلف نے کوئی ہچکچاہٹ نہیں برتی۔

مثال کے طور پر: 'بھٹو کے دور میں تعزیراتِ پاکستان میں اس قسم کی ترامیم کی گئی تھیں، جن کے نتیجے میں الزام لگانے والے پر ثبوت فراہم کرنے کی ذمہ داری کے بجاے [اپنی] بے گناہی کا ثبوت فراہم کرنے کی ذمہ داری ملزم پر ڈال دی گئی تھی۔ قانون کے نام پر اس ظالمانہ لاقانونیت کے نفاذ کے خلاف بھی [ہم نے] ملک گیر تحریک چلائی'' (ص ۵۱۵)۔ اسی طرح ۱۹۷۴ء میں روزنامہ مساوات میں خود پیپلز پارٹی کی جانب سے صحافی کارکنوں کے خلاف 'بھٹوگردی' اور اس کی قیادت کرتے ہوئے عباس اطہر کی یلغار (ص ۵۲۴-۵۳۰) کا حوالہ عبرت ناک ہے۔

اسی طرح یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۷۷ء کے مارشل لا کی فوجی عدالتیں کس انداز سے 'فراہمی عدل' کا اہتمام کرتیں اور کیسے خودساختہ گواہوں کے 'حلفیہ' بیانات پر، ملزم کو جرح وصفائی کا موقع دیے بغیر کوڑوں اور قید کی سزائیں دیتیں۔